العصر اسلامک ریسرچ جرنل

AL-ASR Islamic Research Journal

Publisher: Al-Asr Research Centre, Punjab Pakistan
E-ISSN 2708-2566 P-ISSN2708-8786
Vol.02, Issue 03 (July-September) 2022
HEC Category "Y"
https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/index

Title Detail

Urdu/Arabic: مسیحیت میں نجات کا تصور اور ایکومینیکل کونسل کے فیصلے: فکر اسلامی کی روشنی میں تنقیدی جائزہ

English: **Concept of Salvation in Christianity and Decisions of Ecumenical Councils: A Critical Study in the light of Islamic Thoughts**

Author Detail

1. Muhammad Yaseen Raza
PhD scholar of Islamic Studies
Government College University Faisalabad
Email: muhammadyaseenges126@gmail.com
2. Dr. Mahmood Ahmad Abdullah
Assistant professor, Department of Islamic Studies
Government College University, Faisalabad
Email: mahmood.ahmad@gcuf.edu.pk

How to cite:

Muhammad Yaseen Raza, and Dr. Mahmood Ahmad Abdullah. 2022. "مسیحیت میں نجات کا تصور اور ایکومینیکل کونسل کے فیصلے: فکر اسلامی کی روشنی میں تنقیدی جائزہ: Concept of Salvation in Christianity and Decisions of Ecumenical Councils: A Critical Study in the Light of Islamic Thoughts". AL- ASAR Islamic Research Journal 2 (3). https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/article/view/71.

Copyright Notice:
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

مسیحیت میں نجات کا تصور اور ایکو مینیکل کونسل کے فیصلے:
فکر اسلامی کی روشنی میں تنقیدی جائزہ

Concept of Salvation in Christianity and Decisions of Ecumenical Councils: A Critical Study in the light of Islamic Thoughts

Muhammad Yaseen Raza
PhD scholar of Islamic Studies
Government College University Faisalabad
Email: muhammadyaseenges126@gmail.com
Dr. Mahmood Ahmad Abdullah
Assistant professor, Department of Islamic Studies
Government College University, Faisalabad
Email: mahmood.ahmad@gcuf.edu.pk

Abstract

In Christianity, besides Holy Books, ecumenical councils have also been given the status of primary sources. These Holy Books contain the basic concept of salvation. The very concept has been explained and elaborated by these ecumenical councils. This article tries to explain as to what extent these explanations are in accordance with the ancient as well as modern teachings of Christianity. This article also analyzes these decisions of ecumenical councils regarding salvation in the Islamic perspective.
Keywords: Christianity, Ecumenical Councils, Primary, Modern, Explanations, Salvation, Islamic Perspective, Comparative Religion

تعارف:

نجات کے لغوی معنی فلاح پانے یا بچ جانے کے ہیں۔ کسی دکھ، تکلیف، پریشانی، خوف، ملال، عذاب یا نقصان اور خسارے سے بچ جانا بھی نجات کے زمرے میں آتا ہے۔ اصطلاح میں نجات کا مطلب ہے کہ اخروی پریشانی، تکلیف اور دائمی عذاب سے چھٹکارا ملے اور ابدی راحت نصیب ہو جائے اور خوشنودی باری تعالیٰ مل جائے۔

نجات کا تصور قریب قریب ہر دین میں پایا جاتا ہے اور وہ اپنے ماننے والوں کو نجات حاصل کرنے کے بارے کچھ نا کچھ ہدایات دیتا ہے جس کی روشنی میں ہی وہ دین نجات کی ضمانت دیتا ہے۔ اگر نجات کا تصور کسی دین میں واضح نہ ہو تو اس کی حقانیت مشتبہ اور مبہم ہو کر رہ جاتی ہے اور اس دین کے تشریعی احکامات اعزاز کی بجائے اکتاہٹ محسوس ہونے لگتے ہیں۔

مسیحیت میں بھی نجات ایک بنیادی عنصر ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ اگر نجات نہیں تو پھر مسیحیت بھی نہیں۔ یسوع مسیح نے ساری زندگی نجات کی ہی منادی کی لیکن جتنا مسیحیت میں نجات پر زور دیا گیا اتنا ہی اس میں تصور نجات تضاد بیانی کا شکار ہے۔ بائبل کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نجات کے معاملے میں بھی یہ صحیفہ کسی ایک مؤقف پر قائم یا مستحکم نہیں ہے بلکہ محض خوش لفاظی پر زیادہ انحصار ہے۔ اس کا قاری حتمی طور یہ جاننے سے قاصر رہتا ہے کہ وہ انجیل پر ایمان لا کر کیونکر نجات حاصل کر سکتا ہے کیونکہ یسوع اور پال کے نظریات نجات میں بین فرق موجود ہے۔ اپنی اہمیت کے پیش نظر نجات کا تصور بہت واضح، روشن اور تاویلات سے پاک ہونا چاہیئے تھا تاکہ اس کا متلاشی تذبذب سے بالاتر ہو کر عین الیقین سے اپنا گوہر مقصود حاصل کرتا لیکن مسیحیت میں یہ خوبی سرے سے ہی مفقود ہے اور نجات کا یہ معاملہ متضاد اور من گھڑت تشریحات کا شکار ہو کر رہ گیا ہے جس کے اصل ذمہ دار مسیحیت کے مقدس صحائف اور تشریحاتی ادارے ہیں۔ یہ سارا بگاڑ مسیحی اکابرین اور تشریحاتی اداروں کا پیدا کردہ ہے جنہوں نے من پسند تعلیم کی ترویج کے لیے حقائق سے اعراض برتا اور بائبل میں موجود یسوع کی تعلیم کو اپنی من مرضی تشریح کے تابع کر کے تصور نجات کو دھندلا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ بائبل پر ایمان لانے والے مسیحی آغاز سے ہی منتشر الایمان ہو گئے۔ مسیحیت کے بنیادی مآخذ میں تصور نجات کی درست تفہیم کے لئے ہمیں اس کا سہ جہتی مطالعہ کرنا پڑے گا:

اول: کیا انسان اعمال کے ذریعے نجات حاصل کر سکتا ہے؟

دوم: اگر نجات اعمال پر موقوف نہیں ہے تو کیا محض عطیہ الٰہی کے طور پر اس کے فضل کا نتیجہ ہو گی؟

سوم: مسیحیت میں نجات کے مختلف تصورات میں سے کس تصور کو ماننے والا نجات کا مستحق ہو گا؟ کسی ایک تصور کے ماننے سے یا تمام تصورات کو ماننے سے نجات کی امید ہے؟

مسیحیت کے مقدس صحائف میں نجات کا تصور:

مسیحیت میں تصور نجات سمجھنے کے لئے اس کے مقدس صحائف کا مکمل مطالعہ ناگزیر ہے۔ ایک آدھ آیت سے نتیجہ اخذ کرنا درست نہ ہو گا۔ ان صحائف کا مطالعہ سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

☆ نجات ایمان سے مشروط ہے۔

☆ اعمال نجات دیتے ہیں۔

☆ نجات صرف فضل سے ملے گی۔

(الف) نجات کا پہلا تصور:

اعمال سے نجات کے تصور کو بائبل میں تین طریقے سے پیش کیا جاتا ہے۔

(i)اعمال سے نجات کا تصور:

الہامی کلام کی پیروی خدا کی رضا کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ بائبل کے مطابق نجات کے لئے نیک اعمال لازمی ہیں اور ابدی آسمانی بادشاہی میں داخلہ ان کے بغیر ممکن نہیں۔ خدا نے بنی اسرائیل کو یوں حکم دیا تھا:

"سو تُم میری شریعت پر عمل کرنا اور میرے حکموں کو ماننا اور اُن پر چلنا تو تُم اُس مُلک میں امن کے ساتھ بسے رہو گے۔ اور زمین پھلے گی اور تُم پیٹ بھر کر کھاؤ گے اور وہاں امن کے ساتھ رہا کرو گے"1۔

خدا کی نعمتیں اور برکتیں اس کی خوشنودی سے مشروط ہیں۔ بائبل اسے یوں بیان کرتی ہے:

"خُداوند تیری ہی بھلائی کی خاطر پھر تُجھ سے خُوش ہو گا جیسے وہ تیرے باپ دادا سے خُوش تھا۔ بشرطیکہ تُو خُداوند اپنے خُدا کی بات کو سُن کر اُس کے احکام اور آئین کو مانے جو شریعت کی اِس کتاب میں لکھے ہیں اور اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان سے خُداوند اپنے خُدا کی طرف پھرے"۔[2]

شریعت خدا کی صداقت کا نام ہے جس کی تعظیم بھی اسی لحاظ سے کی جاتی ہے۔ اس کا تذکرہ یسعیاہ نبی اس طرح کرتے ہیں

"خُداوند کو پسند آیا کہ اپنی صداقت کی خاطر شریعت کو بزُرگی دے اور اُسے قابلِ تعظیم بنائے"3۔

عہد نامہ قدیم کے آخری صحیفہ میں شریعت پر عمل کرنے پر زور یوں دیا گیا ہے:

"تُم میرے بندہ مُوسیٰ کی شریعت یعنی اُن فرائض و احکام کو جو مَیں نے حورِب پر تمام بنی اسرائیل کے لئے فرمائے یاد رکھّو"۔[4]

انجیل شاہد ہے کہ حضرت مسیحؑ خود بھی اسی تاکید کے مطابق شریعت موسوی پر عمل پیرا تھے اور یہی تعلیم دوسروں کو بھی دیتے رہے گو پولوس کی تعلیمات نے حضرت مسیح کی شریعت کی پیروی کے تصور کو دھندلا کر دیا۔ پولوس کی تشریحات بالرائے نے ہی مسیحی مفکرین کو حضرت مسیحؑ کی تعلیمات کو اہمیت دینے کی بجائے شریعت بیزاری کی طرف مائل کیا۔ بائبل مقدس میں جابجا شریعت کی پیروی اور اس پر ملنے والے اجر پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔

"شفقت بھی اَے خُداوند! تیری ہی ہے کیونکہ تُو ہر شخص کو اُس کے عمل کے مُطابِق بدلہ دیتا ہے۔"[5]

ایک اور مقام پر اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

"مَیں خُداوند دِل و دِماغ کو جانچتا اور آزماتا ہُوں تا کہ ہر ایک آدمی کو اُس کی چال کے مُوافِق اور اُس کے کاموں کے پَھل کے مُطابِق بدلہ دُوں۔"[6]

عہد جدید میں بھی اعمال اور ان کے موافق بدلہ دیئے جانے کا تذکرہ جابجا موجود ہے۔ مثلاً انجیل متی میں ہے:

خُداوند خُدا فرماتا ہے اَے بنی اِسرائیل مَیں ہر ایک کی روِش کے مُطابِق تُمہاری عدالت کرُوں گا۔[7]

انجیل یوحنا میں یہی بات یوں بیان کی گئی ہے:

"ہر ایک کو اُس کے کاموں کے مُطابِق بدلہ دے گا"۔[8]

انجیل یوحنا میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"وہ وقت آتا ہے کہ جِتنے قَبروں میں ہیں اُس کی آواز سُن کر نِکلیں گے۔ جِنہوں نے نیکی کی ہے زِندگی کی قیامت کے واسطے اور جِنہوں نے بدی کی ہے سزا کی قیامت کے واسطے۔[9]

رومیوں میں اس حقیقت کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

"تُو اپنی سختی اور غَیر تائِب دِل کے مُطابِق اُس قہر کے دِن کے لئے اپنے واسطے غضب کما رہا ہے جِس میں خُدا کی سچّی عدالت ظاہِر ہو گی۔ وہ ہر ایک کو اُس کے کاموں کے مُوافِق بدلہ دے گا۔ جو نیکوکاری میں ثابِت قدم رہ کر جلال اور عِزّت اور بقا کے طالِب ہوتے ہیں اُن کو ہمیشہ کی زِندگی دے گا۔[10]

گو کہ پالوس کے ہاں شریعت زیادہ اہمیت نہیں رکھتی لیکن پھر بھی وہ مکمل طور پر اس کی نفی نہیں کر سکے۔ وہ رومیوں کے خط میں یوں کہتے ہیں کہ

"شریعت کے سُننے والے خُدا کے نزدِیک راست باز نہیں ہوتے بلکہ شریعت پر عمل کرنے والے راست باز ٹھہرائے جائیں گے"۔[11]

اس کے علاوہ انجیل میں بہت سے مقامات پر اس مضمون کو بیان کیا ہے۔[12]

(ii) صرف ایمان سے نجات کا تصور:

بائبل جہاں اعمال سے نجات کی بات کرتی ہے وہیں یہ تصور بھی دیتی ہے کہ عمل کا نجات سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ صرف یسوع مسیح پر ایمان رکھنے سے ہی مل سکتی ہے۔ بائبل مقدس کی بہت سی آیات اس تصور نجات پر صریح دلالت کرتی ہیں۔ انجیل مرقس میں اس بابت یوں رہنمائی ملتی ہے:

"جو اِیمان لائے اور بپتسمہ لے وہ نجات پائے گا اور جو اِیمان نہ لائے وہ مُجرِم ٹھہرایا جائے گا"۔[13]

انجیل یوحنا کا مصنف اس تصور نجات کو یوں واضح کرتا ہے۔

"تا کہ جو کوئی اُس پر اِیمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زِندگی پائے۔ کیونکہ خُدا نے بیٹے کو دُنیا میں اِس لئے نہیں بھیجا کہ دُنیا پر سزا کا حکم کرے بلکہ اِس لئے کہ دُنیا اُس کے وسِیلہ سے نجات پائے"[14]

انجیل یوحنا میں مزید اس طرح آیا ہے۔

جو بیٹے پر اِیمان لاتا ہے ہمیشہ کی زِندگی اُس کی ہے لیکن جو بیٹے کی نہیں مانتا زِندگی کو نہ دیکھے گا بلکہ اُس پر خُدا کا غضب رہتا ہے۔[15]

اسی مضمون کو انجیل یوحنا میں دوسرے مقام پر بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

ہم یہ نتیجہ نِکالتے ہیں کہ اِنسان شریعت کے اَعمال کے بغیر اِیمان کے سبب سے راست باز ٹھہرتا ہے۔[16]

پولوس تو اس بات کا پرچار کرتے ہیں کہ اِنسان شریعت کے اَعمال کے بغیر اِیمان کے سبب سے ہی راست باز ٹھہرتا ہے۔ گلیتیوں کے خط میں وہ فرماتے ہیں:

"آدمی شریعت کے اَعمال سے نہیں بلکہ صِرف یِسُوع مسیح پر اِیمان لانے سے راست باز ٹھہرتا ہے"[17]

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مقام اس موقف کی تائید کرتے ہیں۔[18]

(iii) تقدیر نجات دلاتی ہے:

بائبل نجات کا تیسرا تصور یہ پیش کرتی ہے کہ اخروی کامیابی کے لئے ایمان اور عمل صالح کی ضرورت نہیں کیونکہ نجات کا فیصلہ تو خدا نے تقدیر میں لکھ دیا ہے جسے تبدیل کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ عہد جدید کی بہت سی آیات اس تصور کو تقویت دیتی ہیں۔ رومیوں میں ہے۔

"تا کہ خُدا کا اِرادہ جو برگُزِیدگی پر مَوقُوف ہے اَعمال پر مَبنی نہ ٹھہرے بلکہ بُلانے والے پر۔ چُنانچہ لِکھا ہے کہ مَیں نے یعقُوب سے تو مُحبّت کی مگر عیسَو سے نفرت۔ پس ہم کیا کہیں؟ کیا خُدا کے ہاں بے اِنصافی ہے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ وہ مُوسیٰ سے کہتا ہے کہ جِس پر رحم کرنا منظُور ہے اُس پر رحم کرُوں گا اور جِس پر ترس کھانا منظُور ہے اُس پر ترس کھاؤں گا۔ پس یہ نہ اِرادہ کرنے والے پر مُنحصِر ہے نہ دَوڑ دُھوپ کرنے والے پر بلکہ رحم کرنے والے خُدا پر۔[19]

عہد نامہ قدیم میں نجات کے اس تصور کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

"خُدا کی قُدرت کے مُوافِق خُوشخبری کی خاطِر میرے ساتھ دُکھ اُٹھا۔ جِس نے ہمیں نجات دی اور پاک بُلاوے سے بُلایا ہمارے کاموں کے مُوافِق نہیں بلکہ اپنے خاص اِرادہ اور اُس فضل کے مُوافِق جو مسیح یسُوع میں ہم پر ازل سے ہُوَا"[20]۔

(ب) نجات کا دوسرا تصور

فضل کے ذریعے انسانی نجات کا تصور:

بائبل میں نجات کا ایک اور تصور بھی موجود ہے کہ نجات فضل الٰہی سے ملے گی جس میں اعمال کی دخل اندازی بالکل بھی نہیں ہے تاہم بائبل مقدس اس تصور پر بھی حسبِ معمول یکسو نہیں ہے بائبل اس بارے میں بھی دو تصور پائے جاتے ہیں۔(i) ہاں فضل ہی نجات کا سبب ہے۔(ii) فضل بھی نجات نہیں دیتا۔

(i) پہلا تصور: ہاں فضل ہی نجات کا سبب ہے۔

بائبل مقدس سے رہنمائی ملتی ہے کہ مسیحیت میں نجات فضل خدا کی مرہون منت ہے اور اعمال کا سرے کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ یہ فقط خدا باپ کا انعام اور مشفقانہ عطیہ ہے جسے صرف فضل سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پولوس کے بقول نہ صرف نجات فضل الٰہی سے ملتی ہے بلکہ اس کی بنیاد ایمان بھی خدا کی عنایت ہے۔

"تُم کو ایمان کے وسِیلہ سے فضل ہی سے نجات ملی ہے اور یہ تُمہاری طرف سے نہیں۔ خُدا کی بخشش ہے۔ اور نہ اَعمال کے سبب سے ہے تا کہ کوئی فخر نہ کرے"۔[21]

وہ دوسری جگہ یہی مضمون یوں باندھتے ہیں۔

"اُس نے ہم کو نجات دی مگر راست بازی کے کاموں کے سبب سے نہیں جو ہم نے خُود کِئے بلکہ اپنی رحمت کے مُطابق۔[22]

(ii) دوسرا تصور "فضل بھی نجات نہیں دیتا":

بائبل کا مطالعہ اس فکر سے بھی روشناس کرواتا ہے کہ نجات تو فضل سے بھی نہیں ملے گی۔ عہد جدید میں یسوع کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

"ایک شخص نے پاس آ کر اُس سے کہا اَے اُستاد مَیں کَون سی نیکی کرُوں تا کہ ہمیشہ کی زِندگی پاؤں؟ اس نے اس سے کہا اگر تُو زِندگی میں داخِل ہونا چاہتا ہے تو حُکموں پر عمل کر۔ اُس نے اُس سے کہا کَون سے حکموں پر؟ یِسُوعؔ نے کہا یہ کہ خُون نہ کر۔ زِنانہ کر۔ چوری نہ کر۔ جُھوٹی گواہی نہ دے۔ اپنے باپ کی اور ماں کی عزّت کر اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانِند مُحبّت رکھ۔ اُس جوان نے اُس سے کہا کہ مَیں نے اِن سب پر عمل کِیا ہے۔ اب مُجھ میں کس بات کی کمی ہے؟ یِسُوعؔ نے اُس

سے کہا اگر تُو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال و اسباب بیچ کر غریبوں کو دے۔ تُجھے آسمان پر خزانہ مِلے گا اور آ کر میرے پیچھے ہو لے"۔[23]

عہد جدید میں صاف صراحت موجود ہے کہ یومِ عدالت کو بے لاگ بلا رحم مطلق انصاف کیا جائے گا۔ لکھا ہے:

"جِس نے رَحم نہیں کِیا اُس کا اِنصاف بغیر رَحم کے ہو گا"۔[24]

یعقوب کے خط میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"جب راست باز ہی مُشکِل سے نجات پائے گا تو بے دِین اور گُنہگار کا کیا ٹِھکانا؟"۔[25]

بائبل کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ نجات محض خدا کے فضل سے ملنا ممکن نہیں بلکہ اس کے لیے دیگر قائم شدہ معیارات سے انسان کو گزرنا ہی پڑے گا۔

ایکو مینیکل کونسلز میں نجات کا تصور:

مسیحیت کے بنیادی مآخذ میں نجات کے جو تصورات ملتے ہیں عام قاری کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصورات تضاد کا شکار ہیں۔ اور مسیحی مفکریں کسی کا بھی انکار نہیں کرتے۔ مسیحیت کے آغاز سے ہی نجات کے متضاد تصورات کا آغاز پولوس رسول کی کاوشوں سے جاری ہوا تھا۔ پولوس کا شریعت کی منسوخی کا فیصلہ اس کی طرف بنیادی قدم تھا۔ ابتدائی مسیحی فرقوں میں اس کوشش کی سرپرستی اور مسیحی ایکو مینیکل کونسلز کے مذہبی رنگ نے اس تصور کو اور بھی گہرا کر دیا۔ پہلی نقایا ایکو مینیکل کونسل میں الوہیت مسیح اور تجسیم کے فیصلہ نے مسیحیت میں تصور نجات کی جہت کو سرکاری رنگ دے کر اس تصور کو امر کر دیا۔ اس پولوسی تصور نجات کی کونسل میں مخالفت بھی کی گئی۔ جس کو جلاؤ، گراؤ، اور مار پیٹ سے تحفظ فراہم کیا گیا۔ جس کے لئے مسیحیت تا ابد رومی حکومت کی شکر گزار رہے گی۔ نجات کو کبھی پوپ کے دائرہ اختیار میں دے دیا گیا تو کبھی کلیسیائی کونسلز اس کی بااختیار بن گئیں۔ کونسلز نجات دینے میں اس قدر بے باق ہو گئی کہ نجات کے پروانے فروخت کرنے لگے۔ جس کا اختیار پوپ اور کیتھولک مذہبی رہنماؤں کو دیا گیا۔ جن کو معافی نامہ کہا جاتا ہے جس کا آغاز ابتدائی کلیسیا میں اس طرح ہوا کہ جب کوئی شخص کسی سخت گناہ کا مرتکب ہوتا تو اس کی جزا و سزا اور کلیسیا شمولیت اور اخراج کا سارا اختیار پوپ کو سوم پا گیا۔ لیکن یہ دستور کچھ وقت ہی چل سکا اور اس کے بعد جلد ہی تبدیل ہو گیا

۔

گنہگار جب اپنے کیے پر معافی کا طلب گار ہوتا تو کلیسیائی کونسل کا فادر مقرر کردہ سزا میں سے کچھ حصہ معاف کر کے اس شخص کو دوبارہ کلیسیا میں شامل کر دیتا۔ اس وقت معافی کا طریقہ صرف گناہوں پر ندامت تھی۔ اس کی نظیر بائبل

مقدس میں پاتے ہیں اور پولس نے بھی ایک خارج شدہ کو پھر کلیسیا میں شامل کیا۔[26] بعد کے مصلحین بھی نجات کے بارے میں یہی تصور رکھتے تھے۔ خروستم(Chrysostom)نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا ہے کہ

"اپنی دلی توبہ اور اپنے چال چلن کی درستی کا اظہار کرو بس یہ کافی ہے"[27]۔

مسیحیت میں گناہ گاروں کی سزا کو معاف کرنے یا اس کو گھٹانے کا اختیار کونسلز کے فادرز پر چھوڑا گیا، سزا کا طریقہ کیا ہو گا؟ اور معافی حاصل کرنے والے کی دوبارہ کلیسیا میں حیثیت کیا ہو گی؟ یہ سب باتیں بھی کونسلز کے فادر پر چھوڑی گئی۔ لیکن یہ بات کونسلز میں طے کی گئی تھی کہ فادرز معافی نامہ صرف زندہ لوگوں کو دیں گے۔ مردوں کو معافی نامہ دینے کا کوئی خیال پہلی چار صدیوں میں تک کسی بھی کونسل میں زیر بحث نہیں آیا تھا۔

نجات حاصل کرنے کے طریقے:

مسیحیت میں نجات اخروی کے حصول کے کئی طریقے رائج کئے گئے تھے۔ کبھی نجات کنواری مریم سے کی جانے والی دعاؤں کے سبب سے نجات کا پروانہ ملتا تو کبھی خاص روزے رکھنے کے سبب سے نجات ملتی، کبھی چند ایک گرجوں کی زیارت کرنے پر نجات ملتی تو کبھی ماس کی نماز پر حاضر ہونے اور تقدیس شدہ روٹی کو خاص عزت کی نگاہ سے دیکھنے سے ،اور کبھی کسی خاص کام کے لئے خیرات دینے پر بھی یہ عطائیں ہوتیں رہی۔ ان تمام اسباب میں سے جو سبب بھی اختیار کیا جاتا لیکن نجات کی گتھلی کو سلجھانے میں کبھی کلیسیائی کونسلیں ہوتیں تو کبھی پوپ با اختیار سمجھا جاتا تھا۔ تو کبھی کونسلوں کے فادرز کی طرف سے نجات ہوائیں چلتی رہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی واضح کیا جاتا کہ جب کا تھولک کلیسیا نجات کا پروانہ دیتی ہے تو یہ معافی خدا کی درگاہ میں منظور ہو جاتی ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں رومی کلیسیا کے ایک معلم ٹامس اکوانس(Thomas Aquinas)نے نجات کی تعلیم کے تصور کو آگے بڑھاتے ہوئے یہاں تک کہا کہ

"نجات کا تصور ایک روحانی خزانہ ہے جس کی چابی پوپ کے پاس ہے۔ پوپ کو اس پر کلی اختیار ہے"۔[28]

اس روحانی خزانہ میں سے پوپ ہی دے سکتا ہے۔ لہذ پوپ درج ذیل طریقوں سے نجات بانٹتا تھا۔

☆پوپ مقدسوں کی زائد الفرض نیکیوں کو بانٹ کر اہل ایمان مسیحیوں کو نجات دلاتا تھا۔ پوپ نیک لوگوں کے ثواب کو لوگوں میں اس شرط پر بانٹ تھا کہ وہ اس کا معاوضہ ادا کریں۔

☆حضرت مریمؑ کے نیک اعمال جو پوپ سے خرید کر نجات اخروی کا حق دار بن سکتا تھا۔

☆پوپ یہ بھی اختیار رکھتے تھے کہ وہ حضرت مسیحؑ کے فرائض سے زائد ثواب لوگوں میں فروخت کر کے نجات اخروی دے سکتا ہے۔ لیکن پوپ کو حضرت مسیحؑ کا جانشین ہونے کے ناطے نجات دینے کا اختیار زندہ و مردہ دونوں پر ہے۔

اس کے ساتھ مسیحی مفکرین یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ کونسلز کے فادر اعراف میں قید روحوں کی سزا کی میعاد بھی کم کر سکتے ہیں۔ ان فادرز کا یہ تصور ہے کہ انسان جو بھی اعمال کریں گے وہ نکمے ہیں تاوقت کہ روم کا پوپ ان کو حضرت مسیح کے نیک اعمال کے ساتھ خدا کے سامنے پیش نہیں کرتا۔ اگر پوپ انسان کے اعمال خدا کے سامنے پیش کرے گا تو وہ کارآمد بن کر نجات کا سبب بن جائے گے۔ لہذا روم کے پوپ کا درجہ اس قدر ہے لوگوں کے برے اعمال بھی خدا کی بارگاہ میں نجات کے لئے کار آمد بنا سکتا ہے۔

پوپ لیوم دہم (Leo X) نے یہ دعویٰ کیا کہ روم کے پوپ کو یہ اختیار ہے کہ وہ مقدسین کو بھی خواہ وہ زندہ ہوں یا اعراف میں قید ہوں۔ اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے نجات دے سکتا ہے۔ اور خصووصا ان ارواح کو جو خدا کی بادشاہی میں شامل نہ ہو سکی بلکہ اس کی قید میں ہیں اور اپنے اعمال کی سزاپارہی ہیں۔ ان کو بھی نجات دے سکتا ہے۔ لیکن یہ معافی نامے اس وقت کارآمد ہوں گے جب ان کو قیمتا خریدا جائے گا۔

کلیسیا کی یہ بھی تعلیم ہے کہ اگرچہ خدا نے یسوع مسیح کی بابت انسان کے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ لیکن انسان کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اعراف کے قید خانہ میں بھی خدا کے عدل کو پورا کرے۔ اعراف میں انسان خدا کے عدل کو پورا کرنے کے لئے ہزارہاں سال تک اذیت اٹھاتے رہے گے۔ جب تک تمام گناہ کا کفارہ ادا نہیں ہو جاتا اس وقت تک انسان اعراف سے نکل نہیں سکے گا۔ لیکن روم کا پوپ اس تاریک قید خانہ سے مکمل معافی نامہ دے کر نکال بھی سکتا ہے اور اعراف کی سزا میں کمی بھی کر سکتا ہے۔

فادر شوپ (Schouppe) اپنی کتاب میں (Indulgences for Sale) میں یوں لکھتے ہیں کہ

> "بعض روحیں ہزارہا سال تک اعراف میں دکھ اور تکلیف اٹھاتی رہیں گی جب تک وہ اپنے تمام گناہوں کا کفارہ نہ دے دیں لیکن اس قید میں پوپ صاحبان معافی نامہ حاصل کرنے پر بہت کچھ تخفیف کر سکتے ہیں۔ غرض معافی نامہ (Indulgences) مل جانے کے سبب سے وہ روحیں جو اعراف میں اپنے گناہوں کی سزا پارہی ہیں کچھ فائدہ اٹھاتی ہیں ان کی سزا کی میعاد کچھ گھٹائی جاتی ہے مگر یہ رومی پوپ کے اختیار میں ہے"[29]

فادر ویتالس یوں لکھتے ہیں۔

"کیا اعراف کی روحوں کی مدد کرنا اچھی بات ہے؟ اور خود ہی یہ جواب دیتے ہیں کہ ہاں بہت اچھی بات ہے" خاص کر پاک ماس کے سننے، معافی نامہ حاصل کرنے، اور خیرات دینے کے ذریعے سے۔ فادر میکیئر بھی اپنی کتاب سچے مسیحی میں کہتا ہے وہ روحیں جو اعراف میں ہیں ہمارے ذریعے رحم حاصل کر سکتی ہیں"[30]۔

نجات / معافی نامہ کا باقائدہ آغاز:

اگرچہ معافی نامہ کا تصور اس سے قبل بھی پایا جاتا ہے لیکن گیارہویں صدی سے مسیحیت میں مغفرت ناموں کا استعمال کثرت سے پایا جاتا ہے۔ فادرز نے اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے بھی معافی نامہ کی تقسیم کا سلسلہ شروع کیا۔ مسیحیت کا تاریخی مطالعہ بتاتا ہے کہ معافی نامہ کی خرید وفروخت کا باقائدہ آغاز پوپ گریگری ہفتم نے(Gregory VII)1084ء سے ہوا۔ سب سے پہلے پوپ گریگری ہفتم نے معافی نامہ کا پروانہ ان جوانوں کو دیا جو اس کے مذہبی اقتدار کی حفاظت کی خاطر جرمنی کے شہنشاہ ہنری چہارم(Henry IV) سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

اسی تصور کے تحت پوپ اربن دوم نے(99-1088ء) میں ان سپاہیوں کو معافی نامہ دینے کا وعدہ کیا جو ملک کنعان مسلمانوں سے چھوڑانے کے لئے جنگ میں حصہ لیں گے۔ ان دو فادرز نے ان تمام سپاہیوں سے وعدہ کیا کہ ان کی خاطر جنگ میں حصہ لینے والے اور ان جنگوں میں مرنے والوں کو معافی ناموں کے ذریعے تمام گناہوں سے کامل نجات، اور دائمی زندگی ملنے کے ساتھ خدا کی بادشاہی میں شامل کروایا جائے گا۔

پہلی لیٹرن کی کونسل1123ء:First Lateran council

یہ کونسل دسمبر1122ء یا1123ء کو لیٹرن محل میں بلائی گئی تھی۔ کالسٹسIIنے اس کونسل کی صدارت کی اور تین سو بشپس اور چھ سو ایبٹس(راہبوں کے سربراہوں نے)اس میں شرکت کی۔ اس کونسل میں تادیبی احکام کا فیصلہ کیا گیا۔

پہلی لیٹرن کونسل کا شمار ایکو مینیکل کونسلوں میں کیا جاتا ہے یہ کونسل اس معاہدہ کے فورا بعد ہوئی جو شہنشاہ اور پوپ کے درمیان ہوا تھا لیکن معاہدہ حکومت وقت اور پوپ کے درمیان نہ چل سکا تو پوپ نے سیکولر حکومت سے جنگ کرنے کے لئے لوگوں کو تیار کیا اور اس جنگ کو مذہب کی جنگ کے طور پر پیش کیا اور اس میں شرکت کو مذہبی رنگ دیا اور اس میں شمولیت کو مذہبی فریضہ قرار دیتے ہوئے اس میں شامل ہونے والوں کو نجات اخروی کی سند عطا کی۔ اسی طرح اس نے ان کو بھی نجات کا وعدہ دیا جو یروشلیم کو ملحدوں سے آزاد کروانے کے لئے جنگ کریں گے اور کلیسیا نے ہر اس شخص کو جس نے اپنی توبہ اور اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے اس مقدس جنگ میں حصہ لیا ہمیشہ کی زندگی کا یقین دلایا۔[31]

تیسری، چوتھی لیٹرن کی کونسل: 3rd&4th Lateran councils

تیسری لیٹرن ایکو مینیکل کونسل جو کہ روم میں پوپ الیگزینڈر (Alexander III) کی سربراہی میں منعقد ہوئی تھی۔ جس میں302 بشپس نے شرکت کی تھی۔ چوتھی لیٹرن ایکو مینیکل کونسل لیٹرن پیلس میں پوپ انوسنٹ III کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ یہ کیتھولک چرچ کی بارہویں ایکو مینیکل کونسل سمجھی جاتی ہے۔

ان کونسلوں میں پوپوں کے مذہبی اقتدار کے تحفظ کے لئے لڑنے والے مسیحیوں کو نجات کا پرانہ دینے کا وعدہ کیا گیا۔ جو ان بدعات کے لئے لڑنے نکلے جن کو پوپ غلط سمجھتے تھے۔ جن کا فیصلہ انہوں نے کونسلز میں طے کیا تھا۔[32]

اسی طرح ان لوگوں کو بھی نجات کے سرٹیفیکٹ دیے گئے جو روم کے گرجا گھروں کی زیارت کے لئے جائیں گے۔ اس تصور کو پوپ کلیمنٹ (Clement V) نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"جو کوئی جوبلی Jubilee) کے موقع پر روم کے گرجوں کی زیارت کرے گا۔ اس کے سب گناہوں کی معافی ہو جائے گی اور ان کو نجات مل جائے گی۔ اور ان لوگوں کو بھی نجات مل جائے گی جو روم کے گرجوں کی زیارت کے لئے جاتے ہوئے راستے میں مر جائیں گے۔ ہم نے فرشتوں کو حکم دے دیا ہے کہ ان کی روحوں کو سیدھا آسمان میں لے جائیں اور خدا کی بادشاہی میں شامل کریں"[33]

چونکہ نجات کے لئے مسیحی لوگ ان مذہبی پیشواؤں کو کثیر تعداد میں مال و متاع دیتے تھے۔ اس لئے پوپ بڑی جرت سے ان لوگوں کو نجات کا وعدہ کرتے تھے۔

پوپ کلیمنٹ ششم (Clement V1)1342 تا1352ء نے اعلان کیا کہ:

" آسمان کا خزانہ (وہ جگہ جہاں مقدسوں کی زائد الفرض نیکیاں اور راستبازیاں جمع ہیں) اس کا اختیار صرف پوپ کے پاس ہیں۔ پوپ ان کو لوگوں میں تقسیم کرنے کا پورا اختیار رکھتا ہے۔ یہ اس کی مرضی ہے کہ ان نیکیوں سے اپنے من پسند لوگوں کو نجات بخشے"[34]۔

پوپ لیو دہم (1512 تا1521ء) نجات اخروی کی بابت یہ کہا:

> "پوپ جو زمین پر مسیح کا جانشین ہے اور جس کے پاس آسمان کی کنجیاں ہیں اس کو اختیار ہے کہ ایمان دار جو زندہ ہیں یا مر گئے ہیں یا اعراف میں ہیں ان ثوابوں کی زیادتی میں سے جو مسیح کے یا مقدسوں کے ہیں۔ ان سے ان کو نجات دے۔ جس کے ذریعے وہ سزا سے چھوٹ جاتے ہیں"[35]۔

پوپ لیو دوازدہم (Leo XII) نے 1824ء میں یوں اعلان کیا کہ

"ہم نے اس اختیار سے جو ہم کو آسمان سے ملا ہے کہ 1824ء کو جوبلی (Jubilee) کے سال میں ہم ان سب کو جو مقدس پطرس اور مقدس پولوس کے گرجوں کی زیارت کریں اور عشاء ربانی لیں اور اپنے گناہوں کا اقرار کریں تو ان کے سارے گناہوں سے ہم نجات دیتے ہیں30"[36]۔

پوپ کی طرف سے ان رومن کیتھولک ایمان داروں کو جو کنواری مریم سے دعا کریں بڑے فیاضانہ طور پر نجات دیتے تھے۔

"اے پاک اور بیداغ دل والی مریم ہمارے لئے دعا کر ورد کرنے پر اعرات کے دکھوں سے ایک سو دن کی معافی ملتی ہے۔ پھر اس جملے کے ورد کرنے پر کہ اے میٹھے دل والی مریم تو میری نجات ہو۔ تین سو دن کی معافی ملتی ہے۔ پھر ان کو تین سو دن کی معافی ملتی ہے جو درج ذیل جملہ کا پوپ صاحب کی تعریف میں ورد کرے،،تو بھیڑوں کا گڈریا ہے۔ تو رسولوں کا مردار ہے۔ تجھ کو آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں دی گئیں۔ تو پطرس ہے اور اس چٹان پر میں اپنی کلیسیا قائم کروں گا"[37]

دعاؤں کو بار بار پڑھنے سے نجات حاصل کرنے کا اصول، عبادت کے اس جذبہ کو جو انسان کے دل میں خود بخود پیدا ہوتا ہے، معدوم کر دیتا ہے۔ لوگوں کو دُعا مانگنے کے عوض معافی ناموں کی رشوت دی جاتی ہے۔ یہ ایک قسم کی تجارت ہے کیونکہ یہ دستور خدا کو تاجر بنا دیتا ہے۔

نیپلز (کے آرچ بشپ) (Naples) نے 1846ء میں معافی ناموں کی ایک فہرست شائع کی جس میں فادرز کی طرف سے ہزاروں اور لاکھوں سال کی مدت کے لئے نجات کے پروانے دیے جانے لگے۔ جب فادرز کو معلوم ہوا کہ اس قدر لمبی میعاد میں نجات دینے سے ان کو مالی فائدہ کم ہو تا جارہا ہے۔ اور اس کے ساتھ لوگ حصول نجات میں کوتاہی کے ساتھ مذاق بھی بنارہے ہیں تو ان فادرز نے اس مدت میں اپنی مرضی سے کمی کا اعلان کر دیا۔

رومی فادر ایچ تھرسٹن (H. Thurston) اپنی کتاب معافی نامہ برائے فروخت (Indulgences for Sale) میں اپنے افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ

> "آج کل رومی کلیسیا کے بشپ کثرت سے نجات کے پروانے دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس کا سبب یہ ہے کہ آج کل بہت سے رومن کیتھولک اپنے مذہب سے بے پروا ہو گئے ہیں اور رومی کلیسیا کی عبادت میں حاضر نہیں ہوتے۔ اس لئے رومی کلیسیا نے کوشش کی کہ ان معافی ناموں کے وسیلے سے ان کو لالچ دے کر گھیر لائیں"۔[38]

جہاں کونسلز کے فادرز نے پوپ کے مذہبی مفاد کے لئے لڑنے، گرجا گھروں کی زیارت کرنے پر نجات کے پروانے دیے گئے وہاں روم شہر میں پطرس کے نام کا گرجا بنوانے کے لئے نجات کے پروانے اس کثرت سے بیچے گئے کہ چرچ جو پروانوں سے بھر گیا تھا خالی ہو گیا۔ پوپوں کی ان رضیل حرکتوں کو دیکھ کر لوتھر (Luther) اس قدر غضبناک ہوا کہ نا

صرف اس نے اس نظام کے خلاف بغاوت کر دی بلکہ لوگوں کی بڑی تعداد نے اس تصور نجات کو رد کر دیا۔ جان ٹیٹ زل (John Tetzel) نے جو منٹس (Mentz کے آرچ بشپ، البرٹ کا ایجنٹ تھا نے اس پر یوں تبصرہ کیا:

"جرمنی میں اس قدر شرمناک طور پر معافی نامے فروخت کرنے شروع کئے گئے کہ لوتھر آگ بگولہ ہوا اور اس سبب سے یورپ میں مذہبی اصلاح (Reformation) شروع ہوئی اور مصلحوں نے ان معافی ناموں کو بالکل رد کر دیا"۔[39]

نجات کی اس خرید و فروخت سے لوتھر کو اس قدر رنج و تکلیف تھی کہ اس نے (1517ء) کو منٹس (Mentz) کے آرچ بشپ کے پاس ایک خط بھیجا جس میں اس نے اپنے غم و غصے اور افسوس کا اظہار اس طرح کیا تھا۔

"مجھے از حد رنج ہے کہ غریب لوگوں پر اس طرح ظلم ہوتا ہے جب وہ معافی نامہ کے کاغذات لے کر پڑھتے ہیں۔ وہ یہ یقین کرنے لگ جاتے ہیں کہ اُن کو اُن کے تمام گناہوں کی معافی مل گئی ہے۔ اور اب ان پر کسی طرح کی سزا واجب نہیں آتی"40۔

یہ بجا ہے کہ لوتھر نجات کے تصور کو مانتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ پوپ کا اختیار صرف زندہ لوگوں پر ہے۔ پوپ زندہ لوگوں کو سکھا سکتا ہے۔ لیکن ان کا مردہ لوگوں پر کوئی اختیار نہ ہے۔ مردہ لوگوں کا معاملہ خدا کے سپرد ہو چکا ہے۔ لوتھر کا کہنا تھا کہ نجات کی تجارت سے بہت سی اخلاقی برائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جس سے کلیسیا کو لاقابل تلافی نظریاتی نقصان ہو رہا تھا۔ اسی لئے لوتھر نے اس تصور نجارت کے خلاف بڑی ہمت سے جنگ لڑی تھی۔

اس تجارتی نظام کے خلاف نہ صرف لوتھر نے آواز بلند کی تھی بلکہ اور بھی بہت سے لوگ تھے جنہوں نے اس طریقہ نجات کو شرمناک طریقہ تک کہا تھا۔ فادر تھرسٹن (Thurston) نے اس تصور نجات پر یوں تبصرہ کیا۔

"شکر کا مقام ہے کہ رومی کلیسیا نے اب معافی نامہ کسی قدر فروخت کرنا بند کر دیا ہے"۔[41]

دوسری جگہ اس تصور پر یوں افسوس کا اظہار کیا تھا۔

"افسوس کا مقام ہے کہ ٹرنیٹ کی کونسل میں بشپوں نے اس بات کے بارے میں اصلاح کی مخالفت کی اگر وہ اس وقت اعراف کی تعلیم بند کر دیتے تو معافی ناموں کی تعلیم بھی جاتی رہتی"۔[42]۔

آگے چل کر مزید افسوس کرتے ہوئے کہتا ہے:

"افسوس کا مقام ہے کہ رومی کلیسیا نے معافی ناموں کا استعمال جاری رکھا ہے گو یہ کیتھولک اور رسولی تعلیم اور رواج کے خلاف ہے۔ یہ رواج گیارھویں صدی سے پیشتر بالکل نہ تھا۔ اس سے بہت سی برائیاں پیدا ہوئیں جو لاکھوں مسیحیوں کے لئے ٹھوکر اور شرم کا باعث ہوئیں"۔[43]

ٹرینٹ کونسل کا انعقاد اور اس کا فیصلہ:

یہ کونسل1545 اور 1664 کے درمیان کئی بار بلائی گئی تھی یہ کیتھولک چرچ کی انیسویں کونسل تھی۔ یہ کونسل پوپ پوؤل(Paul III) کی صدارت میں بلائی گئی تھی اس کونسل میں تقریبا255 فادرز نے شرکت کی تھی۔[44] یہ کونسل پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی مخالفت میں بلائی گئی تھی۔ پروٹسٹنٹ مسیحیوں نے کیتھولک مسیحیوں کے تصور نجات اور اس کی خرید وفروخت کے خلاف بغاوت کی تھی۔ جس کی کیتھولک مسیحی مفکرین کو بہت اذیت پہنچی تھی۔

ان کے تصور نجات کے تحفظ کے لئے یہ کونسل بلائی۔ اس کونسل کے فادر نے پروٹسٹنٹ پر جنہوں نے ان تصور نجات پر اعتراض کیا اور اس کی مخالفت کی ان پر لعنت کی اور ان کو مسیحیت سے خارج کرتے ہوئے کونسل نے ذیل کا فتویٰ صادر کیا جو زمانہ حاضرہ تک رومی کلیسیا کا مذہبی عقیدہ تصور کیا جاتا ہے۔

"کیتھولک کلیسیا روح القدس سے ہدایت حاصل کر کے اور کتب مقدسہ اور قدیم آبائی روایتوں کے مطابق اپنی مقدس کونسلوں اور آخر کار اس عالمگیر کونسل میں یہ تعلیم دیتی ہے کہ مقام اعراف موجود ہے اور وہ روحیں جو وہاں رکھی جاتی ہیں ایمانداروں کی دعاؤں بالخصوص آلٹر یعنی مذبح کی مقبول شدہ قربانیوں سے امداد پاتی ہیں۔ کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ اعراف کی تعلیم کتب مقدسہ اور آبائی روایتوں سے مطابقت رکھتی ہے"[45]۔

اس کونسل کے فیصلہ کے بعد اس تصور نجات کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا اور نجات کے پروانے اتنی تیزی سے فروخت ہونے لگے کہ چرچ کے حال جو معافی ناموں کی پرچیوں بھرے ہوئے تھے خالی ہو گئے۔ اور لوگ سوچنے لگے کہ نجات کی فروختگی سے جو کثیر رقم اکٹھی کی گئی ہے کبھی ختم بھی ہو گی؟ مسیحی مفکرین نے نجات کی تجارت کے فروغ کے لئے اعراف میں جانے کے تصور کو اس قدر عام اور ضروری قرار دیا کہ عہد قدیم کے بزرگوں کے ساتھ حضرت مسیحؑ علیہ السلام بھی اپنی حیات ثانیہ سے پہلے اعراف کے خاص مقام میں گئے تھے ۔ جس کو لیمبس پیٹرم (Limbus Patrum) کہتے ہیں۔[46] اور حضرت مریمؑ بھی اعراف کے قیدیوں کو ملنے جایا کرتیں ہیں۔ کارڈینل برمائین نے اس پر رائے زنی کرتے ہوئے کہا۔

"ہم کو بھی بتایا جاتا ہے کہ کنواری مریم بھی اکثر اوقات اعراف کی روحوں سے ملنے جایا کرتی اور ان کو تسلی دیا کرتی ہے۔ بلکہ اکثر پاک فرشتے ان کی مدد کرتے اور ان کو تسلی دیا کرتے ہیں"[47]۔

مسیحی مفکرین کے نزدیک بہت سے مذہبی رہنما بھی اعراف میں گئے تھے۔ اور وہ فادر جو ساری زندگی دوسروں کو نجات کا پروانہ دیتے رہے وہ خود بھی اعراف میں قید پائے گئے اور انہیں بھی نجات کے پروانے لینے پڑے۔ جن میں سے پائس

ہفتم، لیو دوازدہم اور بینیڈ یکٹ شامل ہیں۔ مزید مسیحی مفکرین کا کہنا ہے کہ پوپ اینوسینٹ سوئم جب جہنم میں جانے لگا تو اس نے پوپ لٹگارڈ کو منت سے درخواست کی کہ مجھے جہنم سے نجایا جائے جس پر پوپ لٹگارڈ نے اس کو جہنم سے مخلصی دلائی اور وہ اعراف میں بھیج دیا گیا۔ جہاں اسے اختتام دنیا تک رہنا ہے۔[48] مسیحی مفکرین کے نزدیک مسیحی اہل ایمان پر لازم ہے اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ پوپ کے سامنے اقرار جرم کرے اور گناہ کا طے شدہ جرمانہ پوپ کو ادا کر دے تو پوپ اسے نجات کا پروانہ دے گا۔ اسی طرح موت کے بعد صرف رومن کیتھولک مسیحی روحوں کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے اعراف میں بھیجا جاتا ہے۔ تا کہ خدا اپنے غصہ اور غضب کو ختم کر کے عدل کے تقاضے پورے کر سکے۔ مسیحی اہل ایمان پریسٹ سے نجات کا پروانہ خرید کر جنت کا حق دار بن جاتا ہے۔ اس لئے خدا نے کیتھولک رسولوں کے ذریعے اعراف کو متعارف کروایا۔ اور نجات دینے کا اعزاز خدا باپ نے مسیح کے جانشین کو بخشا ہے۔

فکر اسلامی کی روشنی میں تجزیہ:

اسلام کے تمام مصادر میں بھی نجات کا مطلب اخروی کامیابی، پریشانی، تکلیف اور دائمی عذاب سے چھٹکارا، اور ابدی راحت اور خوشنودی باری تعالیٰ کا مل جانا ہے۔ جس کو قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ[49]

پس جو کوئی جہنم سے بچ گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس وہ حقیقت میں کامیاب ٹھہرا۔

مسیحیت کے بنیادی مآخذ کی تعلیمات میں نجات کے مختلف تصور پائے جاتے ہیں جن کی تطبیق و ترجیح بھی ممکن نہیں ہے جب کہ اس کے حصول کے طریقے بھی متضاد ہونے کے ساتھ انسانی عقل و فہم سے بھی مطابقت نہیں رکھتے۔ جب کہ اسلام کے بنیادی مآخذ قرآن و حدیث میں نجات اخروی کا تصور بہت واضح ہونے کے ساتھ اس کے حصول کا سبب بھی ایک ہی ہے۔ آخرت کے دونوں مراحل قبر، حشر میں کامیابی اور ناکامی کی بنیاد صرف ایمان و عمل کو قرار دیا گیا۔ اگر مسلمان کا ایمان باللہ مضبوط ہو اور عمل صالح ہو تو قبر میں مسلمان کا استقبال والہانہ ہو گا۔ مسلمان کو انعام میں وہ کچھ ملے گا جو اس کی سوچ و گمان میں بھی نہیں ہو سکتا۔ جس کا تذکرہ اسلام کے بنیادی مصادر میں بہت واضح اور صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اہل ایمان کو قبر میں اچھی جزا کا وعدہ کیا گیا۔ اس کو قرآن مجید میں یوں بیان کرتا ہے۔

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ﴾[50]

ترجمہ: اللہ اہل ایمان کو قول محکم کی بدولت دنیا کی زندگی میں بھی ثبات عطا فرمائے گا اور آخرت میں بھی اور اللہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والوں کے اعمال رائگاں کر دے گا اور اللہ جو چاہے کرتا ہے۔

حضرت براءبن عازب رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایامومن جب اپنی قبر میں بٹھایاجاتاہے تواس کے پاس فرشتے آتے ہیں،وہ شہادت دیتاہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو یہ اللہ کے اس فرمان کی تعبیر ہے جو سورۂ ابراھیم میں ہے کہ اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں ٹھیک بات یعنی توحید پر مضبوط رکھتاہے۔

لیکن اگر انسان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ ہوایااس کے اعمال اسلام کی طے شدہ تعلیمات کے خلاف ہو۔تو قبر میں اس کا پہلا استقبال ہی مجرمانہ ہو گا۔جس کا تصور اسلام کے بنیادی مصادر میں بہت واضح ہیں۔بہت سی قرآنی آیات اس تصور پر دلالت کرتیں ہیں۔سورۃالغافر میں اس کویوں بیان کیاگیاہے:

﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾[51]

ترجمہ:وہ لوگ صبح وشام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور جس روز قیامت قائم ہو گی(یہ کہاجائے گا)اہل فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی(رح) تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

"بہت سے اقابر علماءنے قرآن مجید کی اس آیت سے عذاب قبر کو ثابت کرنے پر دلیل پکڑی ہے کہ اس آیت میں قبر کے عذاب کا تذکرہ ہے۔اس میں عذاب جہنم کی بات نہیں کی گئی۔امام رازی اس آیت سے یہ بھی استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح آل فرعون کو عذاب قبر سے واسطہ پڑتاہے اسی طرح ہر بدعمل کواس سے گزرناپڑے گا۔[52]

امام ابن جریر طبری نے بھی عذاب قبر کے اثبات میں اس طرح فرمایاہے:-

جہاں تک آل فرعون کے عذاب کا معاملہ ہے تو ان کی ارواح سیاہ رنگ کے پرندوں میں ڈال کر روزانہ جہنم پر وارد کیاجاتا ہے۔[53]

علامہ الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ سے اس آیت کی تفسیر میں تین قول ملتے ہیں:

۱)وہ حضرت قتادہ کے حوالے سے نکل کرتے ہیں کہ آل فرعون کو جہنم پر صبح وشام پیش کیاجاتاہے۔اور ان کو اذیت دے کر کہاجاتاہے کہ یہ ان کے ابدی ٹھکانے ہیں۔

(2)حضرت عبداللہ ابن مسعود(رض) کے حوالے سے بھی اسی طرح کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ ان کو روزانہ صبح وشام آگ پر پیش کیاجاتاہے۔

۳)لیکن وہ حضرت مجاہد کے واسطے سے اس ہٹ کر بیان کرتے ہیں کہ آل فرعون کو اپنی اپنی قبور میں ہی عذاب دیاجاتا ہے۔[54]

عذاب قبر کو قرآن میں ایک اور جگہ اس طرح بیان کیا ہے۔

﴿مِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾[55]

ترجمہ: اپنے گناہوں کے سبب سے وہ غرق کئے گئے، پھر وہ آگ میں داخل کر دیئے گئے۔ پس انھوں نے اپنے لیے اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہ پایا۔

قرآن مجید کی اس آیت میں آگ میں جو داخل کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس سے جہنم کی آگ نہیں بلکہ اس سے قبر کی آگ اور عذاب مراد ہے۔ کیونکہ آیت کا اسلوب بتاتا ہے کہ اس سے قبر کی آگ ہی ہے۔ آیت ہے "ان کو غرق ہوتے ہی فوراً دوزخ کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا" تو مرنے کے فوراً تو عذاب قبر ہی ہوتا ہے۔

عذاب قبر کے مضمون کا اس طرح بیان کیا ہے۔

﴿وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظّٰلِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾[56]

ترجمہ: کاش آپ اس وقت دیکھیں جب (یہ) ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ (ان کی طرف) بڑھا رہے ہوں کہ اپنی جانیں (جلد) نکالو۔ آج تمہیں ذلت کا عذاب ملے گا۔ یہ اس لئے کہ تم اللہ پر ناحق کہتے ہو اور تم اللہ کی نشانیوں کے مقابلہ میں تکبر کیا کرتے تھے۔

اسی طرح قبر کی سختی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ﴾[57]

ترجمہ: اور جو دیہاتی آپ کے ارد گرد ہیں ان میں سے بعض منافق بھی ہیں اور مدینہ والوں میں سے بھی بعض لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ آپ انھیں نہیں جانتے۔ ہم انھیں (اچھی طرح) جانتے ہیں۔ ہم انھیں دوہری سزا دیں گے۔ پھر وہ اس عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ جو بہت بڑا عذاب ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں دہرے عذاب سے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ، قتادہ رضی اللہ اور ابن جریج رحمۃ اللہ اور محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ پہلا عذاب دنیا کا عذاب اور دوسرا قبر کا عذاب ہوگا۔[58]

اسی تصور کو مسیحیت میں اعراف سے تعبیر کیا جس میں نیک و بد کے لئے دو مقامات کی وضاحت ملتی ہے جن کے درمیان ایک بڑے گڑھے کا تذکرہ کیا جاتا جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے کی طرف آ جا نہیں سکتے

احادیث میں قبر کا تذکرہ:

احادیث میں قبر کا تذکرہ یوں ملتا ہے۔

قبر سے بڑھ کر کوئی اذیت اور گھبراہت کی جگہ نہیں ہے۔

قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ : إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ : وَقَالَ رَسُولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ.[59]

،، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے۔ جو اس میں کامیاب ہو گیا اس کے لئے بعد والی منازل اس سے بھی آسان ہو جائیں گے، لیکن جو اس میں ناکام ہو گیا اس کے لئے بعد والی منازل اس سے بھی سخت ہوں گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے قبر سے زیادہ سختی اور گھبراہٹ والی جگہ کوئی نہیں دیکھی۔"

آپؐ نے عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : اللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَرَبَّ إِسْرَافِيلَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ حَرِّ النَّارِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.[60]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی: اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں آگ کی گرمی سے اور عذاب قبر سے۔"

عذاب قبر کی وضاحت کو آپؐ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ : لَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللہَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ[61]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر (مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ) تم (اپنے مردے) دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر (کی آوازیں) سنوا دے۔"

اسی طرح اور کئی احادیث میں قبر کی سختیوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ جس کا تذکرہ یہاں طوالت کا سبب بن جائے گا۔

اسی طرح آخرت کا تذکرہ بھی اسلام کی تعلیمات کا بنیادی موضوع ہے۔ اسلام کے بنیادی مصادر قرآن و حدیث میں اس کے بارے بہت وسیع اور واضح رہنمائی موجود ہے۔ جب اسلام کے مذہبی مصاحف کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنیادی مصادر بھی آخرت کی کامیابی کو ایمان اور عمل صالح سے ہی جوڑتے ہیں۔ بجا ہے کہ اسلام کی تعلیمات میں رحمت باری تعالیٰ اور رسول اللہؐ کی شفاعت کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ لیکن ان کا حصول بھی ایمان اور عمل صالح کے ساتھ مشروط ہے۔

قرآن مجید میں اس کا تذکرہ یوں ہوتا ہے۔

مَن عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ اَو اُنثٰى وَهُوَ مُؤمِنٌ فَلَنُحيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجزِيَنَّهُم اَجرَهُم بِاَحسَنِ مَا كَانُوا يَعمَلُونَ ۞[62]

ترجمہ: جس نے نیک کام کیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ ضرور زندہ رکھیں گے، اور ہم ان کو ان کے نیک کاموں کی ضرور جزا دیں گے۔

نجات اخروی کی کامیابی وناکامی کا دارومدار اس قدر اعمال پر ہے کہ انسان اپنے کئے ہوئے ذرہ، ذرہ کے اعمال کو بھی حاضر پائے گا۔ قرآن اس کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ(۷)وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ(۸)[63]

"پس جو شخص ذرہ برابر نیک عمل کرے اس کا نتیجہ دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برا عمل کرے گا اس کا نتیجہ بھی دیکھ لے گا۔"

اسی طرح محاسن اخلاق جس کا تعلق حقیت میں نیک اعمال سے ہی ہے۔

قَالَ اللّٰه هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ[64]

اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا، ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، ان سے اللہ راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اسی طرح اسلام نجات اخروی میں کسی کی عطا کی ہوئی نجات کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس تصور کی نفی کرتا ہے۔

"وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ "[65]

کوئی شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے۔

مسیحیت کے بنیادی مآخذ سماوی صحائف میں نجات کا کوئی ایک تصور نہیں پایا جاتا۔ لیکن اس کے تشریحاتی ادارے تصور نجات میں بنیادی مآخذ سے اس قدر دور نکل گئے کہ ان میں تطبیق وترجیح ممکن نہ رہی۔ جن کو بہت سے مسیحی مفکرین نے بھی قبول نہیں کیا۔ اور انہوں نے ان اداروں کے پیش کردہ تصور نجات کے خلاف اس قدر بغاوت کی کہ جس پر قابو پانا ممکن نہ رہا۔ لیکن اسلام جہاں بنیادی مآخذ میں نجات کا ایک ہی تصور پایا جاتا ہے وہاں اس کے تشریحاتی ادارے بھی اسی تصور کے تابع نظر آتے ہیں۔ وہ ادارے نجات کے بارے اسی ہدایت نامے کے پابند ہیں جو بنیادی مآخذ کا عطا کردہ ہے۔ مسیحیت میں پوپ اور فادرز نجات کے پروانے بانٹتے ہوئے ملتے ہیں جب کہ اسلام میں نجات اخروی کی سند بہت دور کی بات ہے رسول اللہؐ نے اپنی بیٹی کو بھی فرمایا کہ نجات اخروی صرف اعمال سے ہوگی۔ میں نبی ہو کر بھی آپؓ کو نجات نہیں دے سکتا۔

لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ[66]

ترجمہ: انہیں راہ پر لانا تیرے ذمہ نہیں اور لیکن اللہ جسے چاہے راہ پر لاتا

اخروی کامیابی جس کے حصول کے لئے انسان ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ جو انسان کی منزل ہے۔ قرآن اس کو چار چیزوں سے جوڑتا ہے۔۔ جیسا کہ سورت العصر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَالْعَصْرِ (1) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (2) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (3) [67]

"زمانے کی قسم، انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔"

اسلام میں نجات کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے جس کو ایمان اور عمل صالح سے مشروط کیا گیا ہے۔ ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے کوئی اپنی بات پیش نہیں کر سکتا۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے۔

سئل عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ اذا قلت قولا و کتاب االلہ یخالفہ قال اترکوا قولی بکتاب االلہ فقیل اذا کان خبر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یخالفہ قال اترکوا قولی بخبررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[68]

نجات اخروی کو حاصل کرنے کے لئے جہاں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع رہنا ضروری ہے۔ وہاں غیر اللہ کی بندگی سے انکار اور کنارہ کشی بھی ضروری ہے۔ سورہ الزمر میں اس کو خسران مبین کہا گیا ہے۔

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخَاسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ[69]

(ترجمہ) "تم اس کے سوا جس کی بندگی اختیار کرنا چاہو کرتے رہو فرما دیجئے: بے شک نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو خسارہ میں ڈالا۔ یاد رکھو یہی کھلا نقصان ہے۔"

جب مسیحی تصور نجات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیا جاتا ہے تو ان دونوں کے تصور نجات میں واضح فرق نظر آتا ہے۔ مسیحیت کے بنیادی مصادر مذہبی صحائف اور اس کے تشریحاتی ادارے ایکو مینیکل کونسلز میں نجات کا تصور جا بجا بدلتا ہوا ملتا ہے۔ جبکہ اسلام کے بنیادی مصادر سے تشریحاتی اداروں تک سب میں یکساں ہے کہ نجات اخروی صرف ایمان اور عمل صالح سے مشروط ہے۔

حاصل کلام:

نجات کا تصور ہر دین میں موجود ہے اور ہر دین اپنے پیروکاروں کو حصول نجات کے بارے کچھ نا کچھ ہدایات دیتا ہے۔ اگر نجات کا تصور واضح نہ ہو تو مذہب کی حقانیت مبہم معلوم ہوتی ہے۔ اور اس مذہب کی پابندیاں اعزاز کی بجائے اکتاہٹ محسوس ہونے لگتی ہیں۔ مسیحیت بھی انسان کو نجات دلانے کی دعوے دار ہے بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ اس کے سارے پیغام کا محور ہی نجات ہے لیکن مسیحیت کے مقدس صحف کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ ان میں نجات کے متعلق مختلف مگر متضاد تصورات پائے جاتے ہیں۔ ان بنیادی مآخذ میں نجات کو کبھی اعمال سے جوڑا گیا تو کبھی فضل الٰہی سے، کبھی ان دونوں سے ہٹا کر تقدیر کے سپرد کر دیا گیا تو کبھی فقط ایمان مدار نجات ٹھہرا۔ کبھی نجات کے لئے مسیحؑ کی

صلیبی موت کو بنیاد بنایا گیا تو کبھی بپتسمہ بھی نجات کا ضامن قرار پایا۔ تشریحی قوتوں نے نجات کے تصور کو مزید وسعت بخش دی۔ چرچ کی زیارت، نماز و مناجات کی مجلس میں شراکت اور کاہن یا پادری کے سامنے اپنے گناہوں کے اقرار سے نجات کا پروانہ ملنا ممکن ہو گیا۔ ایکومینیکل کونسلوں نے نجات کے تمام ترمتنی اصول بالائے طاق رکھ دیئے اور نجات دلانا پوپ کے دائرہ اختیار میں دے دیا جو نہ صرف چند ٹکوں کے عوض زندہ لوگوں کو نجات کے پروانے تھما سکتا تھا بلکہ مرنے والوں کی جہنم میں ملنے والی سزاؤں کو کم کرنے کا اور ان کا ختم کرنے کا بھی مجاز تھا۔ وہ مقدسوں کی زائد از فرض نیکیاں گناہ گاروں میں تقسیم کر کے انہیں اعراف سے چھڑا سکتا تھا۔ پاپائے روم کو یہ اختیار بھی انہی کونسلوں نے دے دیا تھا کہ وہ انسان کے نکمے اعمال کو مسیحؑ کی نیکیوں کے ساتھ ملا کر انہیں خدا کے سامنے پیش کرے۔ کلیسیا کے کاہن بھی یسوع کے نام سے بپتسمہ دے کر نجات دلانے کا حق رکھتے ہیں۔ یوں مسیحیت کے بنیادی مآخذات میں نجات کا کوئی ایک متفقہ تصور نہیں پایا جاتا۔ مسیحیت میں بنیادی مصدر کا درجہ رکھنے والی ایکومینیکل کونسلز نے بھی نجات کے تصور کو دھندلا کیا بلکہ اس کو متنازع بنا دیا جس پر مسیحیت کے علما کبھی متفق نہ ہو سکے۔ اس ساتھ جب ہم اس مسیحیت کے تصور نجات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں تو ان دونوں مذاہب کی تعلیمات میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ جب مسیحیت کے تشریحاتی ادارہ کا کردار دیکھا جاتا ہے تو وہ بائبل کی تعلیمات کے متضاد نظر آتا ہے۔ لیکن اسلام کے تشریحاتی ادارہ یعنی فقہ کو دیکھتے ہیں تو وہ بالکل اسلام کے مذہبی صحائف کے تابع نظر آتا ہے۔ جیسا کہ اس کی اصطلاحی تعریف سے معلوم ہوتا ہے۔

"العلم بالأحكام الشرعية العملية من أدلتها التفصيلية"[70]

احکام فرعیہ شرعیہ عملیہ کو تفصیلی دلائل سے جاننے کا نام فقہ ہے۔

لہٰذا مسیحیت کے صحف مقدسہ اور اس کے تشریحاتی ادارہ ایکومینیکل کونسل میں نجات کا متضاد تصور پایا جاتا ہے جب کہ اسلام کے بنیادی مصاحف قرآن وحدیث اور تشریحاتی ادارہ فقہ میں نجات اخروی کا ایک ہی تصور پایا جاتا ہے۔

مصادر و مراجع

[1] احبار 18:25

1-Ahbar 25: 18.

[2] استثنا 10:30

2-Estasna 30: 10-

[3] یسعیاہ 21:42

3 Yasayah 42 :21

[4] ملاکی4:4

4 malaki 4:4.

[5] زبور12:62

5 zaboor 62: 12۔

[6] یرمیاہ10:17

6 yarmiah 17:10

[7] حزقی ایل30:18

7 Hizqi el 18:30

[8] متی27:16

8 Matti 16:27

[9] یُوحنّا29:5

9 yohanna 5:29.

[10] رومیوں6:2

.10 roomion 2: 6.

[11] رومیوں13:2

11 roomion 2: 13.

[12] (2-قرنتیوں10:5،15:11).(یعقُوب14:2،17،20،24،26)(1-پطرس17:1)(مکاشفہ23:2،12:20،14:22)

.12 krantion 5: 10 ,11:15,Yaqoob 2: 14 ,17,20 ,24,26,1patrus 1 :17.mukashafa,2:23,20:12,22:14

[13] مرقس16:16

13.muruas 16:16.

[14] یُوحنّا17:3،16

.14. Yohannah 3 : 16,17 .

[15] یُوحنّا36:

.15 yohanna 3:36.,,

[16] رومیوں28:3

16 roomion 3:28

[17] (گلتیوں16:2

17 Glation 2:16.

[18] گلتیوں11:3، عبرانیوں31:11

.18 .Glation 3:11.,Ibranion.11:31..

[19] رومیوں12:9تا17

19 roomion 9:12 ta 17.

[20] (2- تیمتھیس1:9،8

.20 (2.tamuthious 1:9,8.

[21] (افسیوں2:8،9)

.21 Efsion 2:8,9.

[22] (طیطس3:5)

.22 Titus 3: 5.

[23] (متی19:16تا19)

.23 Matti 19:16 ta 19.

[24] (یعقوب2:13)

.24 Yaqoob 2: 13.

[25] (1-پطرس4:18)

25 Patrus 4: 18 .

[26] 1کرنتھی7:5،۲کرنتھیوں7:2

,26 1 kranthi 5:7 ,2kranthion 2:7.

[27] Hares, W, P., The Roman Doctrine Of INDULGENCES, Lahore, Punjab, Religion Society, p4.

[28] Hares, W P, Indulgences , Lahore, Punjab, Religious society ,p ,6 ۔

[29] Hares , W, P, The Roman Doctrine Of INDULGENCES, p10.

[30] ویتالس، فادر، مسیحی تعلیم، لاہور، پنجاب ریلجس سوسائٹی ص50۔

29 Watalas, father, masihee taleem, Lahore, Punjab religious society ,p 50

[31] Hares, w p ,Indulgences , Lahore, Punjab, Religious society ,p,8,9۔

[32] Hares, w p ,Indulgences , Lahore, Punjab, Religious society ,p9

[33] Hares, w p ,Indulgences , Lahore, Punjab, Religious society ,p,9۔

[34] Hares, w p ,Indulgences , Lahore, Punjab, Religious society ,p,9۔

[35] Hares, w p ,Indulgences , Lahore, Punjab, Religious society ,p, 10۔

[36] Hares ,W ,P , The Roman Doctrine Of INDULGENCES, Lahore , Punjab, Religion Socity,p10.

[37] Hares ,W ,P , The Roman Doctrine Of INDULGENCES, Lahore , Punjab, Religion Socity,p,11

[38] Hares ,W ,P , The Roman Doctrine Of INDULGENCES, ,p,12

[39] Hares, w p ,Indulgences , Lahore, Punjab, Religious society ,p, 14۔

[40] Hares ,W ,P , The Roman Doctrine Of INDULGENCES, ,p,14

[41] Hares, w p ,Indulgences , ,p, 15۔

[42] Hares, w p ,Indulgences , ,p, 15۔

[43] Hares, w p ,Indulgences , ,p, 16۔

[44] Kelly ,joseph Francis, The Ecumenical council of the catholic Church ,p 126…148۔

[45] Hares ,W ,P , The Roman Doctrine Of INDULGENCES, Lahore , Punjab, Religion Socity,p,3

[46] Hares, w p ,PURGATORY, Lahore, Punjab, Religious society ,p, 8

[47] Hares, w p ,PURGATORY, Lahore, Punjab, Religious society ,p, 9

[48] Hares, w p ,PURGATORY, Lahore, Punjab, Religious society ,p, 9

[49] ال عمران 185

,35.Al Imran . :185

[50] (ابراھیم:27)

36. Ibraheem:27.

[51] (الغافر:46)

37.Al Gafir :46.

[52] رازی، فخر الدین، مفاتح الغیب، بیروت، دار الفکر، جلد 27، ص 74۔

Razi, Fakhar ud din, Miftah ul Ghaib, Bairoot, Dar ul Fikar, Jild 27,page 74

[52] ابو جعفر, محمد بن جریر الطبری، امام،، جامع البیان، بیروت، دار الفکر، اشاعت 1514ھ، حدیث، 23424۔

Abu Jafar,Muhammad bin jareer altibri, Imam, Jame ul biyan, bairoot,Dar ul Fikar, Ashaat 1514 Hijari,Hadees, 23424

[54] الماوردی، ابو الحسن، علی بن محمد، النکت والعیون، جلد 5، بیروت دار الکتب العلمیہ ص 159۔

40.Almawardi, Abu ul Hasan, Ali bin Muhammad, Alnakit walayoon, Jild 5, Bairoot Darulkutab Alilmia, Page 159

[55] النوح 25

41Al Nooh 25

[56] (الأنعام:93)

42.Al Anaam 93

[57] (التوبۃ:101)

43Al Toba 101

[58] عماد الدین، اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، لاہور، ضیاالقرآن پبلی کیشنز، 2004ص 656،

.44 Imad ud Din, Ismail bin kaseer, Lahore, Zia ul quran publications, 2004,P 656

[59] عماد الدین، اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، لاہور، ضیاالقرآن پبلیکیشنز، 2004، 656۔

Emadodeen ,Ismaeel bin Umar , Tafseer abin kaseer,Lahore,Zia ul quran pablications,2004,656.

[60] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، کتاب الزہد باب ذکر القبر والبلی جلد 2 حدیث 4267۔

Ibne maja ,Muhammad bin Yazeed ,Al sonan ,kitab al zohod ,bab zakre alqubar wa al balah jild 2,Hadees,4267.

[61] مسلم، الصحیح، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا وأھلھا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ أو النّار علیہ وإثبات عذاب القبر والتعوذ منہ، 4:2200، رقم: 2868

Muslim imam, abu al Hussain muslim bin hajaj, al sahih almuslim, kitab al Jannah w siffa naeemeha w ahloha, bab arz mqed al mayyat min al jinnah awlnar alaihi w isbat e azab al qabar w taoz minho, jild 4,Hadees 2868

[62] النحل97

۔48۔Al nahl 97

[63] سورۃالزلزلۃ:7-8

49 Al zilzalah 7,8

[64] المائدہ(119)

50.Al maidah 119

[65] الانعام:164

51Al anaam 164.53

[66] البقرہ272

52 Al baqra 272.

[67] (العصر:ا۔٣)

53.Al asar 1ta 3

[68] البدخشانی، محمد انور، تیسر الحقائق شرح کنزالد قائق، کراچی، بنوری ٹاون، ص4۔

54 Al badakhshani, Muhammad Anwar, taisar al Haqaeq sharah kanz ud daqaiq, karachi, banori Tawn,Page4

[69](الزمر15

Alroom,15.

[70] البدخشانی، محمد انور، تیسر الحقائق شرح کنزالد قائق، کراچی، بنوری ٹاون، ص4۔